مولانا سید عبد الغفار حسن

قسط (۲) آخری

دین میں غلو

۵ - حضرت ابوحذیفہ وھب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

" اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَۃً. فَقَالَ : مَا شَاْنُکِ ؟ قَالَتْ : اَخُوْکَ الدَّرْدَاءُ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا، فَقَالَ : کُلْ، فَقَالَ : اِنِّیْ صَائِمٌ. فَقَالَ : مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ. فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ، فَقَالَ سَلْمَانُ : نَمْ. فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ، قَالَ سَلْمَانُ : قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا جَمِیْعًا. وَقَالَ سَلْمَانُ : اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : صَدَقَ سَلْمَانُ "

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ (ایک دفعہ) حضرت سلمان فارسی (اپنے دینی بھائی) ابوالدرداءؓ سے ملاقات کرنے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ ام الدرداءؓ بہت ہی میلا کچیلا اور نہایت معمولی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: یہ آپ کا کیا حال ہے؟ میلے کچیلے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟) بولیں، آپ کے بھائی ابوالدرداءؓ کو دنیا کی طرف کوئی رغبت نہیں (بیوی بچوں، بلکہ سب کی طرف سے بے نیاز ہیں) اتنے میں حضرت ابوالدرداءؓ بھی آ گئے۔ اس کے بعد دسترخوان بچھایا گیا تو سلمانؓ نے ابودرداءؓ سے کہا کھائیے۔ اس پر ابوالدرداءؓ نے کہا: "میں روزے سے ہوں۔" حضرت سلمانؓ نے کہا: میں تو آپ کے بغیر نہیں کھاؤں گا (ناچار ابوالدرداءؓ نے روزہ توڑ دیا اور مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے) رات ہوئی تو

ابو الدرداءؓ نماز (نفل) پڑھنے کے لیے کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا: "ابھی سو جائیے" رات کے پچھلے پہر کو حضرت سلمانؓ نے انہیں جگایا، چنانچہ دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے اُن سے کہا: اے ابو الدرداء آپ کے رب کا بھی آپ پر حق ہے، آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے، تو جس جس کا آپ پر حق ہے سب کو ادا کیجیے۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت سلمانؓ کی تقریر بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا: "سلمانؓ نے سچ کہا۔"

حضرت ابو الدرداءؓ زہد و تقویٰ میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں چنانچہ حضرت سلمانؓ نے انہیں دین میں غلو کرنے سے روکا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت سلمانؓ کے کردار کو سراہا۔ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آپ گھر بار چھوڑ کر تبلیغ کے لیے نکل جائیں اور بیوی بچوں کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو۔ دن رات مصلّے پر بیٹھے ہیں، نوافل پڑھ رہے ہیں، پتہ نہیں کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی ہے یا نہیں؟ اسلام اعتدال کی راہ پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ جو صحابہؓ اہل و عیال اور دوست احباب، سب کو چھوڑ کر دن بھر روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو عبادت کرتے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ "تم ایسا نہ کرو۔ تم پر تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی حق ہے، تمہاری جان کا بھی حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے۔" اس سے ظاہر ہوا کہ اسلام کی نظر میں عبادت ان حقوق کا بجالانا ہے، ان کا ترک کر دینا نہیں۔ ان کو ترک کر کے نماز روزے ہی میں لگے رہنا "غُلُوٌّ فِی الدِّین" ہے، جو اسلام میں ممنوع ہے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا ہے، جو نہایت عابد و زاہد صحابی تھے۔ انہوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: "یا رسول اللہ! میں کس طرح روزے رکھوں؟" فرمایا: مناسب طریقے سے! ہر مہینے میں تین روز یعنی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخوں میں روزہ رکھ لیا کریں، تو "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" (یعنی جس نے ایک نیکی کی، اسے دس نیکیاں مل گئیں) کے مطابق آپ کو ان تین روزوں پر تیس روزوں کا ثواب مل جائے گا۔" حضرت عبداللہ کہتے ہیں، میں نے کہا: "أَنَا أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ" (یعنی، میں اس سے زیادہ رکھ سکتا ہوں)۔ فرمایا: "صُمْ صَوْمَ دَاوُدَ۔" (یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ اختیار کر لیجیے، ایک دن روزہ رکھیے اور ایک دن ناغہ کیجیے۔

حضرت عبداللہؓ نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت ہے۔" اس پر حضورؐ نے فرمایا: "مَنْ صَامَ الدَّهْرَ فَلَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ۔" (یعنی جو ہمیشہ روزے سے رہتا ہے گویا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں اور افطار کیا)۔ حضرت عبداللہؓ جب بوڑھے ہو گئے تو پچھتاتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے کو مان لیتا اور مہینے میں صرف تین ہی روزے رکھا کرتا تو میرے لیے اچھا ہوتا۔ اب بڑھاپے میں ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا بڑا مشکل ہے، اور دل یہ بھی نہیں مانتا کہ جو کام جوانی میں شروع کیا تھا، وہ بڑھاپے میں چھوڑ دوں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہنے لگے: "میں قرآنِ مجید پڑھتا ہوں، اور ہر رات کو ایک قرآن ختم کرنا چاہتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں!" کہنے لگے: "تین دن میں؟" فرمایا: "نہیں۔ ایک مہینے میں ختم کر لیا کریں۔" بولے: "اَنَا اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ"، یعنی "میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔" آپؐ نے فرمایا: "اچھا بیس دن میں ختم کر لیا کریں۔" حضرت عبداللہ نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔" فرمایا: "اچھا، دس دن میں ختم کر لیا کریں، اس سے زیادہ نہیں۔" یہ حدیث صحیح ہے۔

بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید کا پڑھ لینا ہی کافی نہیں، اسے سمجھنا بھی چاہیے۔ لوگ اسے بڑا کمال سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص نے ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیا۔ رمضان میں شبینے ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ حافظ حضرات کی تلاوت سے مقتدیوں کے پلے "يَعْلَمُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ" کے سوا کچھ نہیں پڑتا۔ پھر بھی اسے بہت بڑی عبادت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہے یہ غلو فی الدین کی مثال، جو شریعت کی نگاہ میں بہت ناپسندیدہ ہے۔ شبینہ گویا تلاوتِ قرآن کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ایک قاری آتا ہے اور کچھ دیر تک تلاوت کرتا ہے، اس کے بعد دوسرا آتا ہے اور پھر تیسرا۔ لوگ تماشائیوں کی طرح بیٹھے ہر قاری کی قراءت پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں کہ کس کی آواز اچھی ہے اور کس کا ترنم زوردار اور زیادہ دلکش ہے؟ ہر قاری کو نمبر دیئے جا رہے ہیں۔ پھر قرآن سن کر بعض لوگ جھومتے ہیں اور اس طرح داد دیتے ہیں جیسے مشاعروں میں شاعروں کو دی جاتی ہے۔ کیا یہ دین ہے؟

قرآنِ مجید میں آتا ہے کہ:

"اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔" (الانفال: ۲)

"(اہلِ ایمان کی شان یہ ہے کہ) جب وہ قرآنِ مجید سنتے ہیں تو اُن کے دل اللہ کے ذکر

سے کانپ جاتے ہیں اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

یہاں تلاوت کو مشاعرہ بنا دیا جاتا ہے۔ لوگ صرف آواز کو دیکھتے ہیں، حقیقت اور معانی کو نہیں دیکھتے۔ عہدِ نبوی میں قراء انہیں کہتے تھے جو قرآنِ پاک کے عالم ہوتے تھے۔ تاہم اب یہ قاری بھی ختم ہو رہے ہیں اور حافظ بھی ناپید ہو رہے ہیں۔ اہلِ ثروت اور خوش حال لوگ تو اپنے بچوں کو حافظ بناتے ہی نہیں کہ چار سال لگ جائیں گے۔

قراءت، تجوید اور حفظ کا بھی اپنی جگہ ایک مقام ہے اور ان کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی بھی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے تاکہ جو کچھ پڑھتے ہیں، اسے سمجھ سکیں۔

ان چند مثالوں سے واضح ہو گیا ہو گا کہ غلو فی الدین، یا غلو فی التقویٰ، یا غلو فی العبادۃ سے کیا مراد ہے اور اس کے ذریعے آہستہ آہستہ بدعات کا دروازہ کیسے کھلتا ہے؟

غلو کی دوسری قسم ہے 'غُلُوّ فِي الشَّخْصِيَّات' یعنی شخصیتوں کے بارے میں غلو۔ جو لوگ دین کی خدمت کرتے ہیں، ان کا اکرام اور ان کی تعظیم اپنی جگہ پر، لیکن ان کے درجے حد سے بڑھا دینا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل انبیاء کرام ہیں۔ انہیں ان کے مقام سے بڑھا دینا غلو فی الشخصیات ہے، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور کہا کہ تین خدا ہیں: ایک باپ یعنی اللہ تعالیٰ، دوسرے ابن اللہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے روح القدس۔ ان کے نزدیک باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں ایک ہیں۔ اس طرح وہ غلو کے مرتکب ہوئے، چنانچہ قرآنِ پاک میں نصاریٰ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:

"يَآأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ"

"اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں صرف حق بات کہو۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے بارے اس قسم کے غلو سے روکنے کے لیے فرمایا:

"لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ" اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"لوگو، مجھے اس طرح نہ بڑھانا (یعنی میرے بارے میں، میری ذات کے بارے میں، میرے مرتبے کے بارے میں غلو نہ کرنا) جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ ابنِ مریم کے بارے

میں کیا۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں (مجھے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اختیارات میں شریک نہ کرنا)۔"

آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ:

"لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ۔"

"میری قبر کو بت نہ بنا تاکہ اس کی عبادت (پوجا) کی جائے۔"

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا اور یہودیوں نے ان کے معاملے میں تفریط کی روش اختیار کی، اور ان کے بارے میں ایسے ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جو زبان پر نہیں لائے جا سکتے۔ وہ انہیں ایک شریف انسان بھی ماننے کے لیے تیار نہیں۔ شخصیات کے بارے میں جس طرح "افراط" گناہ ہے، اسی طرح "تفریط" بھی گناہ ہے۔

انبیاء کرامؑ کے بعد دوسرا نمبر صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کا ہے۔ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے بارے میں ایک جماعت "افراط" اور دوسری "تفریط" میں مبتلا ہے۔ شیعہ حضرات کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں، حاجت روا ہیں بلکہ انہیں خدائی کا مقام حاصل ہے۔ اس کے برعکس خوارج ان کے بارے گستاخی کرتے ہیں۔ خوارج نے تفریط سے، اور شیعہ نے افراط سے کام لیا اور کہا کہ سب کچھ حضرت علی کے پاس ہے۔ ایک عربی شاعر نے اہلِ بیت کی شان میں کہا ہے ؎

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَہ
اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی، وَابْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَہ

یعنی میرے پانچ (خدا) ہیں (عیسائیوں کے تو تین ہی تھے) سخت مشکل کے وقت، سخت وبا کی حالت میں، ان کا نام لے کر مشکلات دور کرتا ہوں، بیماریوں کو دفع کرتا ہوں۔

پانچ کون ہیں؟ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، المرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ، ان کے دو فرزند حسنؓ اور حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ رضی اللہ عنہا۔

یہ وہی غلو ہے جس سے قرآنِ پاک نے یہ کہہ کر روکا ہے کہ:

"یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ۔"

(النساء: ۱۷۱)

اعتدال کا راستہ افراط و تفریط، دونوں کے درمیان ہے، اور وہ ہے اہلِ سنّت والجماعت

کا عقیدہ۔ اہلِ سنّت والجماعت وہ ہیں جو قرآن اور سنّت کو حجت مانتے ہیں اور تمام صحابہؓ کا احترام کرتے ہیں، ہر ایک کو اس کے درجے میں رکھتے ہیں۔ نہ کسی کی تعریف میں غلو کرتے ہیں اور نہ کسی کی توہین کرتے ہیں۔ سنّت سے کیا مراد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ۔ اور الجماعت کون ہیں؟ صحابہؓ کرامؓ جن کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ الآیۃ" (التوبۃ: ۱۰۰)

"مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے سابق اور مقدم ہیں اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی راہ چلے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے"۔

تو "الجماعت" سے مراد وہ تمام مسلمان ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابۂ کرامؓ قابلِ احترام ہیں وہ معصوم تو نہیں ہیں، تاہم ان کی حسنات ان کی لغزشوں پر غالب ہیں چنانچہ امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

"اِنَّ يَوْمًا شَهِدَهٗ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ حَيَاةِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كُلِّهَا۔" اَوْ كَمَا قَالَ!

"وہ ایک دن جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا ہے، وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی پوری زندگی سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ قول علامہ ابنِ کثیرؒ نے اپنی کتاب "اختصار فی علوم الحدیث" میں نقل کیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ بلاشبہ بڑے نیک خلیفہ تھے، بڑے عادل تھے، لیکن صحابی تو نہیں تھے، تابعی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان سے اگر کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہے تو اس بناء پر ان کی تنقیص نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ بہرحال واجب الاحترام ہیں، کیونکہ ان کی حسنات بہت زیادہ ہیں! یہ ہے اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ کا صحیح مقام! اہلِ بیت بھی صحابہؓ ہی ہیں۔ ان سب کے بارے میں "افراط" سے بھی بچیے اور "تفریط" سے بھی۔

صحابہ اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم کے بعد تابعین، ائمہ اربعہ، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ کا نمبر آتا ہے۔ ان کے بارے میں بھی لوگ غلو کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے فلاں بزرگ نے جو کچھ فرما دیا، وہ اٹل ہے، اس میں کوئی ترمیم اور کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط رویہ ہے۔

امام بخاریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، یہ سب قابلِ احترام ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی کرنا، ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا، بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ سب دین کے سچے خادم اور امت کے مخدوم ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جس سے ان کی توہین ہوتی ہو، غلط ہے۔ ہاں، انہیں معصوم نہیں مانا جائے گا۔ مگر معصوم نہ ماننے ہوئے بھی ان کی تکریم، ان کا احترام ضروری ہے۔ ان کی محبت یا نفرت میں غلو دونوں غلط ہیں۔ قرآن مجید میں اسی لیے فرمایا گیا ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۔۔۔۔ الاٰیة!" (النسآء: ۱۳۵)

"ایمان والو! انصاف کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے، خواہ اس گواہی کی زد تمہاری جانوں پر پڑے یا تمہارے والدین پر، یا تمہارے رشتہ داروں پر (یعنی ہر حال میں حق بات کہو، کسی کی محبت میں حق و انصاف کا دامن نہ چھوٹنے پائے)!"

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

"وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" (المآئدة: ۸)

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف سے برگشتہ نہ کر دے۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ سے اقرب ہے۔"

نفرت یا عداوت اور محبت دونوں میں غلو ہو جاتا ہے۔ انسان حد سے بڑھ جاتا ہے۔ ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا شیدائی تھا۔ کوئی حرج نہیں بلکہ اس نے ان کی منقبت میں یہ حدیث گھڑ ڈالی: "سِرَاجُ اُمَّتِیْ اَبُوْحَنِیْفَةَ۔" (یعنی ابوحنیفہؒ میری امت کے چراغ ہیں) یہ ایک من گھڑت حدیث ہے۔ ملا علی قاری حنفی تک نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، من گھڑت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی۔

انہی صاحب کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نفرت تھی۔ چنانچہ ان کے بارے میں یہ حدیث بنا ڈالی:

"سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِیْس، ھُوَ اَشَدُّ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنْ اِبْلِیْسَ۔"

یعنی "میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ہوگا محمد بن ادریس (امام شافعیؒ امام) وہ میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ سخت (خطرناک) ہوگا۔"

یہ ہے شخصیات کے بارے محبت میں غلو اور نفرت میں غلو شخصیات کے بارے غلو انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔ دین کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔ اسی لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"لَا تَدَعْ قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ، وَلَا تِمْثَالًا اِلَّا مَحَوْتَهٗ" او کما قال!

"(اے علیؓ جاؤ) اگر کوئی قبر اونچی دیکھو تو اُسے زمین کے برابر کر دینا، اور اگر کوئی تصویر دیکھو تو اُسے مٹا دینا۔"

تصویریں بھی شخصیت پرستی کا ذریعہ ہیں۔ نوٹوں اور دوسری چیزوں پر ممتاز شخصیتوں کی تصویریں شخصیت پرستی کی علامت ہی تو ہیں۔ اعلان ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کی تصویر آ رہی ہے تو لوگ ادب و احترام کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، گویا وہ صاحب زندہ ہیں بعض موقعوں پر کسی بڑی شخصیت کے بجائے اس کی تصویر کرسئ صدارت پر رکھ دی جاتی ہے اور تصویر ہی جلسے کی صدارت کرتی ہے۔ بڑی شخصیات کی تصویروں کی اشاعت بہت بڑا فتنہ ہے۔ ایک صاحب نے اپنے محبوب دینی راہنما کی تصویر قرآنِ مجید میں رکھی ہوئی تھی شریعت نے وہ سب رخنے بند کر دیئے ہیں جن کے ذریعے شخصیت پرستی کے جراثیم مسلم معاشرے میں پھیلتے ہیں۔ ایک بزرگ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

"میں بلا ضرورت ایک بچے کی تصویر کھینچنا بھی حرام سمجھتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر بہت بڑا راہنما بن جائے اور پھر اس کی تصویر کی پوجا ہونے لگے۔"

آج سے کوئی چالیس برس پہلے کی بات ہے، بنارس میں ایک نمائش لگی جس میں گاندھی جی کا قدِ آدم سے بھی بڑا، اونچا اور شاندار فوٹو لگا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنے جانے والے جن میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی، جب فوٹو کے سامنے سے گزرتے تو ہاتھ جوڑ کر نمستے کرتے۔ تصویر کو سلام ہو رہا ہے، حالانکہ تصویروں کا حال، جیسا کہ قرآنِ پاک میں آیا ہے، یہ ہے:

"اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ"

(فاطر: ۱۴)

"اگر تم ان کو پکارو تو (اوّل تو) وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں۔ اور اگر بالفرض سُن

بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دیں گے (تمہارا کہنا نہیں کریں گے) اور قیامت کے روز تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے اور اللہ خبیر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہ دے گا۔"

غرض انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ کے بارے میں بھی غلو کرنا یا افراط و تفریط سے کام لینا حرام ہے۔ دعاء ہے اللہ تعالیٰ ہمیں "غلو فی الدین" سے بچائے۔ آمین!

ہمارے ہاں درج ذیل قراء کرام کی تلاوت کی کیسٹیں دستیاب ہیں:

قاری عنتر المصری حفظہ اللہ تعالیٰ
قاری عبدالجلیل بنا المصری حفظہ اللہ
قاری سعید المصری حفظہ اللہ تعالیٰ
قاری عبدالمنعم الطوخی المصری حفظہ اللہ
قاری عبدالعزیز حصان المصری حفظہ اللہ
قاری سید متولی المصری حفظہ اللہ
قاری سید بدر حسین المصری حفظہ اللہ
قاری معمر عاشقین المصری حفظہ اللہ
قاری مدین المصری حفظہ اللہ
قاری محمد سعایہ الہلالی
قاری عبدالباسط المصری
الشیخ عبدالرحمٰن السدلیس
الشیخ سعود ابن ابراہیم الشریم
الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی
الشیخ محمد ایوب حفظہ اللہ تعالیٰ

الشیخ علی عبداللہ جابر حفظہ اللہ
الشیخ سلیمان المُحیسنی حفظہ اللہ
الشیخ احمد العجمی حفظہ اللہ تعالیٰ
الشیخ ہانی عبدالرحیم الرفائی
الشیخ عبداللہ القحطانی
الشیخ عبدالودود مقبول
الشیخ المحیسین حفظہ اللہ تعالیٰ
الشیخ بن حمید حفظہ اللہ تعالیٰ
الشیخ طارق بن عبدالرحمان
الشیخ عادل الکلبانی حفظہ اللہ
الشیخ عبدالعزیز سعد ناصر حفظہ اللہ
الشیخ عبدالرحیم نور حفظہ اللہ تعالیٰ
الشیخ ابو زید حفظہ اللہ تعالیٰ
الشیخ داؤد العسوسی حفظہ اللہ

اثریہ کیسٹ ہاؤس جامعہ علوم اثریہ پوسٹ بکس ۱۱۱ جہلم